اکیسویں صدی کا نشہ

انسان ہر دور میں نشہ کرتے آئے ہیں۔نشہ انسان کو وقتی طور مزہ یا سرور دیتا ہے اور اسے زندگی کے تلخ حقائق سے دور کر دیتا ہے۔تاہم یہ نشہ مستقل بنیادوں پر کبھی سکون نہیں دے سکتا بلکہ نشے کا عادی ہونے کے بعد لوگوں میں نشے کی طلب بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس کا سرور کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آجاتا ہے جب لوگ مزے کے بجائے مجبوری میں نشہ کرتے ہیں۔اور طرح طرح کے عوارض اور مسائل کا شکار ہوجاتے ہیں۔

انسان اپنی تاریخ میں ناک اور زبان کے راستے ہی نشہ سے واقف رہے ہیں جیسے ہیروئن یا شراب وغیرہ۔مگر اکیسویں صدی میں نشے کی ایک نئی قسم ایجاد ہوئی ہے جو آنکھوں کے راستے انسانوں کے اندر اتر جاتی ہے۔ یہ نشہ انفارمیشن ایج کے آلات سے ملنے والی تفریح کا نشہ ہے۔ ٹی وی، فلمیں، ڈرامے، کھیل، وڈیو گیم، انٹرنیٹ، فیس بک، چیٹنگ وغیرہ اس نشے کی نمایاں ترین مثالیں ہیں۔اکیسویں صدی کا ہر فرد کم یا زیادہ اس نشے کا شکار ہے۔

لوگ اس نشے کے بھی اسی طرح عادی ہوجاتے ہیں جیسے شراب اور چرس کا نشہ ہوتا ہے۔ ان چیزوں کے بغیر ان کے شب و روز اور صبح و شام نہیں کٹتے۔اس کے نتیجے میں بچے تعلیم سے، خواتین گھر ہستی سے اور مرد ذمہ داریوں سے بے نیاز ہوجاتے ہیں۔ لوگ ایک گھر میں رہ کر ایک دوسرے سے بے خبر رہتے ہیں۔دوست احباب اور رشتہ داروں سے ملنے کا وقت نہیں رہتا۔وقت کا زیاں، ذہنی صلاحیت کا مفلوج ہونا اور اخلاقی اقدار کی کمزوری اس کے عام نتائج ہیں۔ یہ فرد اور معاشرے دونوں کو ایسے ہی نقصان پہنچاتا ہے جیسا کوئی اور نشہ۔

مگر بدقسمتی سے کوئی اس نشے کو نشہ نہیں مانتا۔کوئی خود کو اور اپنے بچوں کو اس نشے سے بچانے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ یہ نشہ انہیں سکون سے مستقل طور پر محروم کر دیتا ہے۔

باخبر کی بے خبری

ایک مغربی مصنف کا قول ہے کہ اپنے اردگرد کے حالات سے سب سے زیادہ بے خبر لوگ وہ ہوتے ہیں جو مقامی خبریں مکمل ذوق وشوق سے دیکھتے، سنتے اور پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں۔

یہ قول بلاشبہ ایک سنگین ترین حقیقت کا بیان ہے۔اس دنیا میں ہر مزاج کے انسان پائے جاتے ہیں اور ہر طرح کے واقعات بھی رونما ہورہے ہوتے ہیں۔ یہاں حادثات ہوتے ہیں۔ جرائم اور سانحات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔مگر عام حالات میں انسانی معاشرے میں یہ استثنائی صورتحال ہوتی ہے۔یعنی ایک کروڑ کی آبادی میں چند لوگ قتل ہوجاتے ہیں۔ بلاشبہ چند لوگوں کا قتل بھی ایک سنگین بات ہے،مگر آبادی کے تناسب کے لحاظ سے معاشرے کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

دوسری طرف اسی شہر میں ہزاروں لاکھوں معمول کے واقعات جاری وساری ہوتے ہیں۔ تاہم میڈیا کے لیے ان معمول کے نارمل اور اچھے واقعات میں خبر کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔اس کی دلچسپی ہمیشہ استثنائی اور سنسنی خیز واقعات میں ہوتی ہے۔اس لیے میڈیا پر ہمیشہ قتل کے جرائم کی خبریں، حادثے اور سانحات کی نوعیت کی چیزیں ہی بیان ہورہی ہوتی ہے۔مگر جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ یہ سب استثنائی واقعات ہوتے ہیں اور لاکھوں لوگ اس سب کے باوجود نارمل زندگی گزار کر ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔

تاہم میڈیا دیکھنے والے نارمل حالات کے بجائے انہی سنسنی خیز اور منفی خبروں کو دیکھ کر اپنا ذہن بناتے ہیں۔وہ مستقل خوف اور اندیشے میں جینے لگتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا کردیتے ہیں۔انہیں معاشرے میں کوئی چیز نارمل نظر نہیں آتی۔یہی وہ چیز ہے جو ایک باخبر آدمی کی بے خبری کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔مگر یہ بے خبری بے قیمت نہیں۔اس کی قیمت انسان کا اپنا ذہنی سکون ہے۔بلاشبہ یہ سب سے بڑی قیمت ہے جو کوئی انسان دے سکتا ہے۔

بہترین داعی

پچھلے دنوں ایک صاحب نے مجھے اپنے تجربے کی روشنی میں بتایا کہ بہترین داعی کون ہوتا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ وہ زندگی میں ہر موقع پر لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کا کام اپنا ذاتی کام سمجھ کر کردیا۔کسی کی مالی مدد کردی۔ روڈ پر جارہے ہیں تو کسی کو اپنی سواری پر لفٹ دے دی۔

ایسے تمام مواقع پر لوگوں کے دل میں ان کے لیے ایک نرم گوشہ پیدا ہوجاتا ہے۔لوگ دل کی گہرائیوں سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ یہ شکریہ سن کر وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ بھلائی جو میں نے آپ کے ساتھ کی ایک قرض ہے۔ یہ قرض اسی وقت ادا ہوگا جب آپ کسی اور کے ساتھ ایسی ہی کوئی چھوٹی بڑی بھلائی کردیں گے۔ساتھ میں دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کردیں گے کہ جس نے مجھے آپ کی مدد کے لیے بھیجا۔تب ہی یہ قرض ادا ہوگا۔

بلاشبہ یہ عمل ایک بہترین داعی کی نشانی ہے۔کسی نارمل آدمی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے محسن کی نصیحت کو بھول جائے۔انسان کی یہ نفسیات ہے کہ وہ آسانی کے وقت سرکش اور غافل بنا رہتا ہے، مگر مشکل میں وہ اپنے جامے میں آجاتا ہے۔اس موقع پر کی گئی کوئی نصیحت خاص کر جب وہ اپنے محسن کی طرف سے کی جارہی ہو، انسان کی یادداشت کا حصہ بن جاتی ہے۔ وقت وحالات اسے کبھی یہ بات بھلادیں مگر جب کوئی مصیبت زدہ یا ضرورت منداس کے سامنے آئے گا تو بہرحال اسے یاد آجائے گا کہ کبھی کسی مہربان نے اس پر احسان کرکے بدلہ چاہنے کے بجائے دوسرے سے بھلائی کی نصیحت کی تھی۔ پھر چراغ چراغ کو جلائے گا اور برائی کا اندھیرا دور ہونا شروع ہوجائے گا۔

یہی دعوت کی وہ حکمت ہے جس کی آج سب سے بڑھ کر ضرورت ہے۔

قتل کا انجام

2006 میں میں نے ایک مضمون ''شیرون اور فرعون'' کے عنوان سے لکھا تھا۔ یہ مضمون اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون پر فالج کے بعد طاری ہونے والی بے کسی اور فلسطینیوں پر ان کی طرف سے کیے گئے مظالم کے پس منظر میں لکھا گیا تھا۔ حال ہی میں اطلاع ملی کے شیرون کا انتقال ہو گیا، مگر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ محض ایک افواہ ہے۔

پچھلے سات برسوں سے شیرون کا موت و زندگی کے درمیان فالج زدہ حالت میں لٹکے رہنا میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کے قانون سزا و جزا کا ایک نمونہ ہے۔ شیرون کی وجہ شہرت 1982 کا صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں فلسطینیوں کا وہ قتل عام ہے جس میں ہزاروں لوگ مارے گئے تھے۔ شیرون اس قتل عام کا ذمہ دار تھا۔

انسانی جان کو قتل کرنا کوئی معمولی جرم نہیں۔ اس جرم کی شناعت اور سزا کے بیان میں قرآن مجید اتنا آگے گیا ہے کہ کسی اور جرم کے لیے نہیں گیا۔ یعنی ایک انسان کو مارنا پوری انسانیت کو مارنا ہے اور اس جرم کی سزا ابدی جہنم، خدا کی لعنت اور عذاب عظیم ہے۔ شیرون اس قتل عام کو یہودیت کی خدمت سمجھتا تھا۔ مگر کسی قاتل کے اپنے جرائم کو درست سمجھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شیرون کی سزا شروع ہو چکی ہے اور اب ہمیشہ بڑھتی چلی جائے گی۔

مگر یہ سزا صرف ایک یہودی شیرون کا مقدر ہی نہیں۔ ہر قاتل کا یہی انجام ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانی جان کی حرمت سب سے زیادہ ہے۔ جب جب اس کو پامال کیا جائے گا خدا کا غضب بھڑکے گا۔ چاہے یہ حرمت فلسطین میں پامال ہو رہی ہو یا پاکستان میں۔ چاہے یہ کام یہودیت کی خدمت کے لیے کیا جائے یا اسلام کا نام لے کر۔ چاہے یہ حرمت کوئی یہودی پامال کرے یا کوئی مسلمان۔ سب کا انجام ایک ہی ہوگا۔

مال اور حوصلہ

پچھلے دنوں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ اللہ انہیں مال دے گا تو وہ لوگوں پر کثرت سے خرچ کیا کریں گے۔ اس لیے وہ اللہ سے کثرت مال کی بہت دعا کرتے ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا طلب مال کا مقصد یہی ہے تو پھر صرف مال کی دعا مت کیجیے بلکہ اللہ سے مال خرچ کرنے کا حوصلہ بھی مانگیے۔ اس لیے کہ پیسے خرچ کرنے کا تعلق اس بات سے نہیں ہوتا کہ آپ کے پاس مال کتنا ہے۔ زیادہ تعلق اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ میں حوصلہ کتنا ہے۔

مال خرچ کرنا ایک عظیم ترین عبادت ہے۔ اس کی جتنی فضیلت قرآن وحدیث میں آئی ہے کم ہی کسی اور عبادت کی آئی ہوگی۔ نیکی کا سات گنا تک اجر اور اللہ کو قرض دینے جیسے عظیم مقامات کا بیان قرآن مجید میں مال خرچ کرنے کے حوالے ہی سے ہوا ہے۔ مگر مال کی ایک عجیب خصوصیت ہے۔ یہ جیسے ہی انسان کے پاس آتا ہے، اسے گن گن کر رکھنے، سمیٹنے، جمع کر لینے، تجوری اور بینک بیلنس بھر لینے کی خواہش بڑھتی چلی جاتی ہے۔

انسان بہت حوصلہ کرے تو وہ اس مال کو اپنی ذات اور خواہشات پر خرچ کر دیتا ہے۔ مگر یہ مال دوسرے پر خرچ کیا جائے اور اپنا مال لوگوں کو دیا جائے یہ حوصلہ شاذ ونادر ہی لوگوں میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ حوصلہ صرف ان لوگوں کو ملتا ہے جن پر اللہ کا خصوصی فضل ہو۔ یہ وہ بندے ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اپنی رحمتوں کے لیے چن لیتے ہیں۔ ان کے دل میں انسانیت کا درد، رشتہ داروں کی محبت اور خدا کے دین کی نصرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

جس کے بعد انسان مال کے کم ہو جانے کے خیال سے نہیں گھبراتا۔ وہ خرچ کرتا ہے اور اللہ اسے اور دیتا ہے۔ کبھی تنگی بھی ہو جائے تب بھی ان کا ہاتھ نہیں رکتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو روز قیامت اللہ کو قرض دینے والے اور نیکیوں کا اجر سات گنا تک پانے والے بنیں گے۔

قرآن کا زکوۃ کیلکولیٹر

مسلمان ہر سال زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔جس میں ذاتی استعمال کی اشیاء کو چھوڑ کر جمع شدہ سرمایہ کی ہر شکل پر ڈھائی فی صد زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔زکوٰۃ کا حساب رکھنا زیادہ مشکل نہیں۔ کل رقم کو چالیس سے تقسیم کردیا جائے تو عائد ہونے والی زکوٰۃ کا حساب معلوم ہوجاتا ہے۔تاہم جن لوگوں کے اموال مختلف مدوں میں محفوظ ہوتے ہیں، ان کے لیے یہ کام کچھ مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کی سہولت کے لیے زکوٰۃ کیلکولیٹر انٹرنیٹ پر عام دستیاب ہیں۔ان کی مدد سے باآسانی اپنی زکوٰۃ معلوم کی جاسکتی ہے۔

تاہم زکوٰۃ یا انفاق کیلکولیٹر کی ایک اور قسم بھی ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ خرچ کیے گئے ہر پیسے کو دس سے سات گنا تک بڑھا دیتے ہیں۔جبکہ ریا کاری اور لوگوں کو دکھانے کے لیے پیسے خرچ کرنے کی صورت میں ساری رقم صفر سے ضرب کھا جاتی ہے۔یہی معاملہ خرچ کر کے احسان جتلانے اور ایذا دینے کا ہے۔

ہر بندہ مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن مجید کے بیان کردہ اس کیلولیٹر پر اپنے خرچ کا حساب ضرور کرے۔ وہ اگر اپنا انفاق پورے دل سے اللہ کی رضا کے لیے کرے گا، ہر طرح کی مشکل اور تنگی کے باوجود کرے گا، اسے لوگوں پر احسان کے بجائے خود پر اللہ کا احسان سمجھے گا، اسے اپنی پاکیزگی اور اللہ کی قربت کا ذریعہ سمجھے گا، اسے اپنی تربیت اور آخرت کی محبت کا سبب بنائے گا تو اس کا خرچ کیا ہوا ہر روپیہ سات سو روپے سے بدل جائے گا۔

اگر ہم اپنی زکوٰۃ اس طرح خرچ کرتے ہیں اور ہماری کل زکوٰۃ دس ہزار روپے بنی ہے تو اللہ کے ہاں وہ ستر لاکھ سمجھی جائے گی۔اور ایک لاکھ ہے تو سات کروڑ روپے کے برابر سمجھی جائے گی۔اس کے برعکس ریاکاری، نمائش اور جتلانے والے کی کروڑوں کی زکوٰۃ بھی قیامت کے دن صفر ہوجائے گی۔

سو آج کے بعد آپ زندگی میں جب بھی زکوٰۃ اور انفاق کا عزم کریں تو ہمیشہ قرآن مجید کا زکوٰۃ کیلکولٹر اٹھایئے اور اس پر اپنی رقم کے بجائے احساسات کا حساب کیجیے۔آپ کو معلوم ہوجائے گا فرشتے آپ کے نامہ اعمال میں کتنی رقم لکھ رہے ہیں۔

دعوت حق، شیاطین اور کنفیوژن

پچھلے دنوں ایک صاحب نے ایک اہم سوال اٹھایا۔ انھوں نے کہا کہ میں دین کے معاملے میں بڑے کنفیوژن کا شکار ہوں۔ اس لیے کہ میں جب کسی صاحب علم سے دین سیکھنا شروع کرتا ہوں تو تھوڑے عرصے میں انٹرنیٹ یا کسی اور ذریعے سے اس کے خلاف کوئی تحریر سامنے آجاتی ہے۔ جس کے بعد میرا اعتماد ختم ہوجاتا ہے اور میں کنفیوز ہوجاتا ہوں۔

بلاشبہ یہ ایک حقیقی مسئلہ ہے۔ مگر یہ مسئلہ صرف اسی وقت تک مسئلہ ہے جب تک ہم انسانوں کے بارے میں امتحان کی نوعیت کو نہ سمجھ لیں جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے طے کیا ہے۔ یہ امتحان صرف عمل ہی کا نہیں بلکہ فکر کا بھی ہے۔ اس دنیا میں اگر پاکدامنی کا راستہ کھلا ہے اور بدکاری کی طرف بلانے والی فاحشائیں موجود ہیں، یہاں اگر سچ بولنا اور دیانت داری اختیار کرنا ممکن ہے اور جھوٹ، بددیانتی اور کرپشن کی راہیں آسان ہیں، اگر عدل کا طریقہ اختیار کرنا ایک انتخاب ہے اور ظلم و زیادتی کی روش آسان تر انتخاب ہے تو اسی دنیا میں سچائی کی طرف بلانے والے بھی اللہ کے اذن سے موجود ہیں اور گمراہی کو سچ بنا کر پیش کرنے والوں کی موجودگی بھی مشیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔ خدا کی اس دنیا میں یہ ممکن نہیں کہ ساری سچائی کسی کو پیدائشی طور پر مل جائے اور اسے سچ کو تلاش نہیں کرنا ہوگا۔ انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ گمراہی کی ہر پگڈنڈی سے بچے۔ اس کے لیے تحقیق کرنا بھی کرنے کا کام ہے۔ جنت اس کے بغیر نہیں مل سکتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آزمائش کی اس دنیا میں یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیا اور صالحین کو تو کام کرنے کی اجازت دے دیں اور شیاطین اور مجرمین کو پابندِ سلاسل کر دیں۔ ایمان و اخلاق کی صدا دینے والوں کو تو بھرپور مواقع دیں لیکن جب کوئی ان پر الزام و بہتان لگانے کھڑا ہو تو اس کا منہ بند کر دیں۔ نیکی کی راہ دکھانے والوں کی راہ تو فرشتے ہموار کریں مگر جھوٹوں، گمراہوں اور

غلط نظریات کے فروغ کا کام کرنے والوں کی راہ میں پتھر ڈال دیے جائیں۔

اس دارالامتحان کی یہی وہ سچائی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح واضح کیا ہے کہ جب کبھی سچ کی دعوت اٹھتی ہے تو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے شیاطین جن وانس دونوں حرکت میں آجاتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اور اسی طرح ہم نے انسانوں اور جنوں کے اشرار کو ہر نبی کا دشمن بنادیا ہے۔وہ ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لیے پرفریب باتیں القا کرتے رہتے ہیں۔تیرا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کر پاتے۔تو تم ان کو ان کی نہی افتراپردازیوں میں پڑا رہنے دو''،(انعام ۶ : ۱۱۲)''

یہی بات سورہ فرقان (۲۵ :۳۱) میں اس طرح کہی گئی ہے کہ ہم نے ہر نبی کے مجرموں میں سے دشمن بنائے۔یہ بات صرف انبیاء کی حد تک درست نہیں بلکہ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ الانبیاء ورثۃ الانبیاء (علما انبیا کے وارث ہیں)،لہٰذا جب کبھی علما انبیا کی وراثت میں ایمان و اخلاق کی دعوت اٹھاتے ہیں تو شیطانوں کے وارث بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور الزام، بہتان، جھوٹ اور فریب کے ہتھیاروں کو سجا کر میدان میں آجاتے ہیں۔

تاہم جیسا کہ آیت مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے تو ایسا نہیں ہوتا مگر یہ سب اللہ تعالیٰ کی اسی حکمت کے تحت ہو رہا ہے جس کا ہم نے پیچھے ذکر کیا۔یہ آزمائش کا حصہ اور نجات کا لازمی تقاضہ ہے۔یہ فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ سچے اور جھوٹے لوگوں میں فرق کرے۔

مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک عام آدمی سچ اور جھوٹ اور صحیح اور غلط کا فیصلہ کیسے کرے۔اس لیے کہ یہاں ہر شخص ہی سچ اور حق کے نام پر کھڑا ہوتا ہے۔اس کا جواب بہت سادہ ہے۔وہ یہ کہ ایک سچے آدمی کی بات اور اس کا طریقہ ہمیشہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ہوتا ہے۔ایک سچے داعی کی دعوت ہمیشہ ایمان و اخلاق کی

صراط مستقیم کی طرف بلاتی ہے۔ ایک اللہ کی بندگی، اس کی رسول کی اطاعت اور اس کی جنت کے اعلیٰ ترین مقصد کے سوا وہ کوئی اور نصب العین سامنے نہیں رکھتا۔ وہ اس دعوت کو اخلاقیات کے مسلمہ معیارات کے مطابق ہی سامنے رکھتا ہے۔

اس کے برعکس شیاطین اور انسانوں میں سے ان کے پیروکار کتنا ہی اللہ رسول کا نام لیں، وہ ہمیشہ مسلمہ اخلاقیات کی دھجیاں بکھیر کر بات کرتے ہیں۔ جھوٹ، فریب، الزام، بہتان اور منفی پروپیگنڈا ان کا وطیرہ ہوتا ہے۔ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا ان کا طریقہ ہوتا ہے۔ نفرت، غضب، انتشار، ظلم اور قتل و غارتگری ان کی دعوت کے لازمی نتائج ہوتے ہیں۔ لوگوں کی جان، مال اور آبرو ان کا نشانہ ہوتی ہے۔ وہ فرقہ واریت اور تعصب کے مریض ہوتے ہیں۔ کفر و ضلالت کے فتووں کی فیکٹریاں ان کا کاروبار ہوتی ہیں۔ وہ یہ سب کچھ کرتے ہیں اور خود کو اصلاح اور خیر کا سب سے بڑا علمبردار اور دوسروں کو سراپا شر اور ضلالت قرار دیتے ہیں۔ مگر عام فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی باتوں پر کبھی نہ جائے بلکہ یہ دیکھے کہ کون مسلمہ اخلاقی اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ کون ایمان کی صراط مستقیم کو چھوڑ کر تعصب کی پگڈنڈی پر کھڑا ہے۔ کون نفرت کا درس دے رہا ہے اور کس کی شخصیت اور عمل نبی آخر ماں کی محبوب سیرت کا عکس ہے۔

عام لوگ بلاشبہ فکری مباحث کو گہرائی میں سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مگر مسلمہ انسانی اقدار کی خلاف ورزی بھی ان کو نظر نہ آئے، یہ ممکن نہیں۔ وہ اور کچھ نہ کر سکیں تو یہی دیکھ لیں کہ کون مسلمہ اخلاقیات کو پامال کر رہا ہے اور کون نہیں۔ جو لوگ یہ فرق دیکھنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اخلاقی پستی کا شکار ہیں۔ جو لوگ پستی کے اس گڑھے میں جا گریں ان کا انجام صرف جہنم کی کھائی ہے۔ یہاں وہ اپنے جھوٹے لیڈروں کے ساتھ ہمیشہ کے عذاب میں روتے اور تڑپتے رہیں گے۔

سلسلہ روز وشب

ابو یحییٰ

اعراف اور اصحاب اعراف

محترم قارئین! آج کی اس گفتگو میں مجھے مقام اعراف اور اصحاب اعراف کے حوالے سے کچھ گزارشات پیش کرنا ہیں۔ اپنی کتاب ''جب زندگی شروع ہوگی'' میں میں نے اعراف اور اصحاب اعراف پر تفصیل سے گفتگو کی ہے جس سے بعض قارئین کے ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہوئے ہیں۔ وہ سوالات مجھ سے وقفے وقفے سے کرتے رہتے ہیں اور میں انفرادی طور پر انہیں جواب دیتا رہتا ہوں۔ ایسے ہی ایک سوال کا جواب قائین کی خدمت میں پیش ہے تاکہ کسی اور کے ذہن میں بھی یہ سوال ہوتو وہ اس کا جواب جان سکیں۔

اعراف کیا ہے؟

عربی زبان میں اعراف کا استعمال بلند جگہ کی تعبیر کے لیے ہوتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں سورہ اعراف کی تفسیر میں آیت نمبر 47 کے تحت بیان ہوا ہے:

”قال ابن جريږ:والأعراف جمع عُرْف، وكل مرتفع من الأرض عند العرب يسمى عـرفاً، وإنما قيل لعرف الديك عرفاً لارتفاعه.---وفي رواية عن ابن عباس:الأعراف: تل بين الجنة والنار۔“

یعنی ابن جریر کہتے ہیں کہ اعراف عرف کی جمع ہے۔ اہل عرب کے نزدیک زمین سے بلند ہر جگہ کو اعراف کا نام دیا جاتا ہے۔ مرغ کی کلغی کو بھی اس کے بلند ہونے کی وجہ سے عرف کہا جاتا ہے۔ جبکہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اعراف جنت اور جہنم کے بیچ کا ایک ٹیلہ ہے۔

قران مجید میں سورۃ الاعراف آیات 47 تا 49 اہل اعراف کا ذکر آیا ہے۔ اس میں ان کے

جو مکالمات اہل جنت اور اہل جہنم سے نقل ہوئے ہیں وہ اس طرح ہیں:

''اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے۔ تو وہ اہل بہشت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہ لوگ ابھی بہشت میں داخل تو نہیں ہوں گے مگر امید رکھتے ہوں گے۔ اور جب ان کی نگاہیں پلٹ کر اہل دوزخ کی طرف جائیں گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کی جیو۔ اور اہل اعراف (کافر) لوگوں کو جنہیں ان کی صورتوں سے شناخت کرتے ہوں گے پکاریں گے اور کہیں گے (کہ آج) نہ تو تمہاری جماعت ہی تمہارے کچھ کام آئی اور نہ تمہارا تکبّر (ہی سودمند ہوا) (پھر مومنوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے) کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کی دستگیری نہیں کرے گا (تو مومنو) تم بہشت میں داخل ہو جاؤ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ رنج واندوہ ہوگا۔''

یہ اہل اعراف کون ہیں اس کے بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال بیان ہوئے ہیں۔ عام طور پر لوگوں کا رجحان اس رائے کی طرف ہے جس کے مطابق یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک و بد اعمال برابر تھے۔ یہ رائے چونکہ ایک مرفوع روایت میں بیان ہوگئی ہے شاید اسی لیے اس کی شہرت ہوگئی۔ تاہم خود ابن کثیر نے اسے غریب قرار دیا ہے جبکہ امام ناصر الدین البانی نے اسے منکر کہا ہے، (السلسلۃ الضعیفہ ، رقم 6030)۔ محدثین کے اس تبصرے کے بعد اس کی حیثیت صرف ایک قول کی رہ جاتی ہے اور اسی حیثیت سے اسے دیکھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے حوالے سے کئی اور تفاسیر بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں حصہ لیا۔ یہ موقف بھی بعض ضعیف روایات میں آیا ہے، (ضعیف

الجامع ،رقم 884 ،البیھقی ،1/290 ،السلسلۃ الضعیفہ ،رقم 2791)۔جبکہ ایک قول یہ ہے کہ فرشتے ہیں۔آخری قول مجاہد تابعی کے حوالے سے یہ بیان ہوتا ہے کہ یہ علماء اور فقہا کا گروہ ہے۔ ان اقوال کی تفصیل علامہ ابن کثیر کی تفسیر القران الکریم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

قرآن مجید کی اصحاب اعراف کے بارے میں واحد تصریح ان کے وہ مکالمات ہیں جو اوپر نقل کئے گئے ہیں یا پھر ان کا اعراف کی بلند چوٹیوں پر موجود ہونا۔ پہلے ان کے اس مقام کو لیجیے۔ بلند جگہ پر کسی شخص یا گروہ کو کھڑا کرنے کا ایک ہی مقصد سمجھ میں آتا ہے۔ وہ یہ کہ ان لوگوں کو نمایاں کر کے دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے۔کسی بلند مقام پر نیک و بد اعمال کے یکساں ہونے والے لوگوں کو کھڑا کر کے نمایاں کرنے کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ ہاں یہ مقام اگر انبیا اور صلحا کو عطا کیا جائے تو ان کی عزت افزائی کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔

اس سے زیادہ صریح چیز ان کی گفتگو ہے۔کافروں سے ان کے مکالمات پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ الفاظ ایسے لوگوں کی زبان سے نہیں نکل سکتے جن کا ابھی جنت میں جانے کا فیصلہ نہ ہوا ہو۔غور کیجیے کہ جس طرح یہ لوگ کفار کو لتاڑ رہے ہیں، یہ کام کوئی ایسا شخص کیسے کرسکتا ہے جس کے گناہ بھی زندگی میں اتنے ہی ہیں جتنی اس کی نیکیاں۔جن کی نجات کا فیصلہ ہی ابھی نہ ہوا ہو۔اس طرح بیچ میں لٹکنے والے لوگ روز حشر وہ ہمت اور اخلاقی برتری کہاں سے لا سکتے ہیں کہ کفار کو اس طرح شرمندہ کریں۔

غور کیجیے تو یہ الفاظ صرف انہی صلحاء کو زیب دیتے ہیں جن کی زندگی شہادت حق کے کام میں گزری ،جن کی نجات کا فیصلہ ہو چکا ہو اور جن کی شہادت پر لوگوں کے ابدی مستقبل کا فیصلہ کیا گیا ہو۔ یہی انبیا و صلحا اس قابل ہیں کہ ایسی گفتگو کرسکیں۔صاحب تدبر قرآن نے بہت تفصیل کے ساتھ اس پورے معاملے پر اپنی تفسیر میں گفتگو کی ہے جسے آپ سورہ

اعراف کے اس مقام کی تفسیر میں دیکھ سکتی ہیں۔

البتہ ایک سوال پھر بھی رہ جاتا ہے اور غالباً اسی وجہ سے اصحاب اعراف کے بارے میں یہ رائے قائم کی گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو نیک و بد اعمال کے برابر ہونے کی بنا پر روک لیا گیا تھا۔ وہ یہ کہ ان آیات میں ان لوگوں کے لیے یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں کہ یہ لوگ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے لیکن اس کے امیدوار ہوں گے۔سوال یہ ہے کہ انبیا و شہدا کے لیے یہ کیسے سوچا جاسکتا ہے کہ باقی لوگ جنت میں ہوں اور وہ ابھی جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں۔ ان کو تو سب سے پہلے جنت میں ہونا چاہیے۔

میں نے اپنے ناول میں اسی سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ یہ کہ یہ مکالمات جو آیت نمبر 44 سے شروع ہو رہے ہیں جنت اور جہنم میں داخل ہونے کے بعد کے نہیں بلکہ میدان حشر کے ہیں۔یعنی اس وقت کے جب روز حشر کا اختتام ہو رہا تھا اور تمام لوگوں کا فیصلہ سنایا جا چکا تھا۔اس کے بعد لوگوں کے گروہ در گروہ جنت میں جانے کا مرحلہ شروع ہونا تھا۔ اس وقت جنت اور جہنم کو بالکل قریب کر کے لوگوں کو دکھایا جا رہا تھا اور ہر شخص کو اپنا انجام اپنی آنکھوں سے سامنے نظر آ رہا تھا،(وازلفت الجنة للمتقين غير بعيد)۔یہ ساری تفصیل سورہ ق میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ بھی یہ ہرگز نہیں کہ انہیں جنت میں داخلے سے روک دیا گیا بلکہ یہ ہیں کہ یہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے۔

یہی وہ آخری وقت ہوگا جب شہادت حق کا فریضہ سرانجام دینے والوں کی کامیابی کا باضابطہ اور رسمی اعلان کیا جائے گا۔گرچہ وہ دیگر اہل جنت کے ساتھ پہلے ہی عرش کے سائے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں میں موجود ہوں گے۔ چنانچہ اس عاجز کی یہ تاویل پیش نظر رہے تو ''لم يدخلوها و هم يطمعون ''یعنی وہ جنت میں ابھی داخل نہیں ہوئے ہوں

گے مگر اس کے امیدوار رہوں گے اور ''ادخلو الجنۃ ''یعنی جنت میں داخل ہو جاؤ جیسے الفاظ کا موقع محل بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

اس گناہگار نے اپنے ناول میں واقعات حشر بیان کرنے کی جو جسارت کی ہے اس میں خدمت کا پہلو یہی ہے کہ تمام واقعات جو قرآن حدیث میں بیان ہوئے ہیں ان کا موقع محل بھی واضح ہو جائے۔ میری بیان کردہ اضافی باتوں کو اگر اس پہلو سے دیکھیے تو یہ گویا قرآن وحدیث کی شرح ہے۔ اس میں سے جو بات صحیح ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ کوئی بات اگر غلط ہے تو وہ میری اپنی کمزوری اور خطا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ صحیح باتوں پر ہمارا ایمان راسخ کر دے اور ہر غلط بات کو دل ودماغ سے محو فرما دے۔ آمین۔

کیا جنت موجود ہے یا بنائی جائے گی

ایک بہن نے یہ سوال بھی کیا ہے کہ جنت تو پہلے ہی سے موجود ہے جبکہ میں نے اپنے ناول میں یہ بیان کیا ہے کہ اسے قیامت کے بعد بنایا جائے گا۔ انہوں نے بطور دلیل یہ بات بھی فرمائی کہ معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت اور اہل جہنم کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ اس کا جو جواب میں نے دیا وہ درج ذیل ہے۔

''یہ بات کہ جنت پہلے سے موجود ہے یا قیامت کے دن بنائی جائیگی ہمارے اہل علم کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ یہ موجود ہے اور کچھ کا خیال ہے کہ یہ قیامت کے دن بنائی جائے گی۔ قرآن وحدیث کے بیانات کی روشنی میں میرا اطمینان دوسرے نقطہ نظر پر ہے کہ یہ قیامت کے بعد بنائی جائے گی اور جنت وجہنم میں لوگوں کا داخلہ اس کے بعد ہی ہوگا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل خود قرآن کریم میں سورہ زمر کے آخر میں بیان ہوئی ہے کہ حساب کتاب کے بعد لوگوں کو گروہ در گروہ جنت اور جہنم میں لے جایا جائے گا اور ان دروازوں سے

گزر کر اور فرشتوں سے مکالمے کے بعد جنت وجہنم کا عذاب وثواب شروع ہوگا۔

اس کی ایک اور وضاحت سورہ انبیا اور سورہ زمر کے دو مقامات پر ملتی ہے۔سورہ انبیا میں کہا گیا ہے:

''اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔اس میں عبادت گزار بندوں کے لیے یقیناً ایک بڑی خبر ہے''،(105-106:21)

یہ وہ وعدہ ہے جو قیامت کے دن جب پورا ہوگا،اس وقت عبادت گزار نیک بندے جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے:

''اللہ کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا۔ہم جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں۔''،(زمر 74:39)

ان دونوں آیات کو ملا کر پڑھنے سے نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ روز قیامت یہی زمین جنت میں تبدیل کر دی جائے گی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک جنت نہیں بنی ہے۔

اس وضاحت کے بعد آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں جو حقائق دکھائے گئے تھے وہ تمثیل کے روپ میں تھے یا پھر عالم برزخ کے واقعات تھے۔ اس کا یہ لازمی مطلب نہیں کہ جنت اور جہنم وجود میں آ چکی ہیں اور اس وقت لوگوں کو سزا جزا ہو رہی ہے۔کیونکہ سورہ زمر کے مذکورہ بالا مقام اور دیگر کئی مقامات پر قرآن مجید یہ صریح طور پر بیان کرتا ہے کہ لوگ جنت اور جہنم میں روز قیامت حساب کتاب کے بعد داخل ہوں گے۔''

پروفیسر محمد عقیل

تزکیہ نفس قرآن کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ (الذاریات 56:51) ۔اس بندگی کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ خدا ہی کی بات مانی جائے۔اسی کے احکامات پر اپنے ظاہر و باطن کو جھکا دیا جائے اور طاغوت کی بات ماننے سے گریز کیا جائے (النحل 36:16)۔اسی بندگی اور تسلیم و رضا کو جانچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زندگی و موت کا نظام پیدا کیا تا کہ آزمائے کہ کون بہتر عمل کرتا ہے (الملک 2:67)۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں خیر و شر کا شعور رکھ دیا اور ساتھ ہی وحی کے ذریعے صراط مستقیم کا تعین کر دیا تا کہ لوگ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گذار کر جنت کی ابدی نعمتوں سے مستفید ہوں۔اس اہتمام کے باوجود انسان اکثر گناہوں کی غلاظت میں ملوث ہو جاتا ہے۔گناہوں کی آلودگی کے ساتھ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا ۔چنانچہ یہ گناہوں کی صفائی کا عمل دنیا کی زندگی سے شروع ہوتا اور اللہ کی رحمت سے آخرت میں منتہائے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

اپنی ذات کو گناہوں سے پاک کرنے کو اصلاح میں تزکیہ نفس کہا جاتا ہے۔تزکیہ کے دو پہلو ہیں۔ایک تو یہ کہ اس کا مطلب گناہوں کو دور کرنا اور ان کی صفائی کرنا ہے۔اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ صفائی کے بعد نیکیوں اور اچھے اعمال کی بنیاد رکھنا اور انہیں نشونما دینا ہے۔نفس سے مراد انسانی ذات یا شخصیت ہے۔چنانچہ تزکیہ نفس کا مفہوم یہ ہوا کہ انسانی شخصیت میں سے برائیوں کو ختم کرنا اور اچھائیوں کو پروان چڑھانا۔

تزکیہ نفس دیکھنے میں تو ایک سادہ عمل ہے لیکن عملی طور پر دیکھا جائے تو انتہائی مشکل کام ہے۔لیکن یہی دین کا مقصود ہے اور اسی عمل میں کامیابی کا نتیجہ جنت کی ابدی نعمتوں کی شکل میں

نکلے گا۔ جبکہ اس میں ناکامی کا انجام جہنم کے گڑھے ہیں۔ تزکیہ نفس کی اسی اہمیت کی بنا پر قرآن نے اسے براہ راست موضوع بنایا ہے۔

جنت میں داخلے کی شرط تزکیہ ہے

جنت میں داخلے کے لیے ضروری ہے کہ انسان نے خود کو ہر طرح کے گناہوں اور لغزشوں سے پاک کرنے کی کوشش کی ہو۔ یعنی جنت کی شہریت کے لیے تزکیہ کا حصول لازمی ہے۔ قرآن میں بیان ہوتا ہے:

''(اور) سدا بہار باغات جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اس شخص کے لیے جزا ہے جس نے اپنا تزکیہ (خود کو گناہوں سے پاک) کیا۔''(طہ 7620)

ایک اور جگہ بیان ہوتا ہے:

''یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ اور وہ نامراد ہوگا جس نے اسے آلودہ کیا۔''(الشّمس 91 آیات 9 تا 10)

یہی مضمون ایک اور آیت میں بیان ہوا ہے:

''فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کیا (پاکیزگی اختیار کی)۔''(الاعلیٰ 87:16)

تزکیہ میں ناکامی کا انجام جہنم ہے

آخرت میں ایک انسان اگر گناہوں کیساتھ خدا کے حضور پیش ہو لیکن اس کی نیکیاں برائیوں سے سبقت لے جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان گناہوں کو دور کرکے اسے پاک کر دیتے اور جنت میں داخلے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے ظاہری و باطنی وجود کو گناہوں سے آلودہ رکھا اور اسی حالت میں آخرت میں اللہ کے حضور پہنچ گئے ان کی آلودگی کو پاک کرنے سے اللہ نے صاف انکار کیا ہے۔ اس سے علم ہوتا ہے کہ تزکیہ کی ابتدا انسان کا اپنا عمل ہے۔

درج ذیل آیت میں عمل کی نجاست میں لتھڑے ہوئے اور دنیا کے عوض آخرت کو داؤ پر لگانے والے انسانوں کو اللہ نے پاک کرنے سے انکار کردیا:

''رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لیے تو سخت دردناک سزا ہے۔''(آل عمران 77:3)

''جو لوگ ان باتوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کی ہیں اور اس کام کے عوض تھوڑا سا دنیوی فائدہ اٹھالیتے ہیں یہ لوگ دراصل اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ (گناہوں سے) پاک کرے گا۔ اور انہیں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''(البقرہ 174:2)

ذیل میں ہٹ دھرم اور جانتے بوجھتے انکار کرنے والے اور عقیدے کی نجاست رکھنے والوں کا تزکیہ کرنے سے اللہ نے منع فرمادیا:

''جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لیے صَرف کررہے ہیں اور ابھی وہ خرچ کرتے رہیں گے۔ مگر آخرِ کار یہی کوششیں ان کے لیے پچھتاوے کا سبب بنیں گی، پھر وہ مغلوب ہوں گے، پھر یہ کافر جہنم کی طرف گھیر لائے جائیں گے، تاکہ اللہ گندگی کو پاکیزگی سے چھانٹ کر الگ کرے اور ہر قسم کی گندگی کو ملا کر اکٹھا کرے پھر اس پلندے کو جہنم میں جھونک دے، یہی لوگ اصلی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''(الانفال 37:8)

تزکیہ کرنا پیغمبروں کا اصل مقصد ہے

اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی گندگی کو دور کرنے کے لیے کئی اہتمام کئے ہیں۔ ایک تو نفس لوامہ یا ضمیر انسان کے اندر رکھ دیا جو ہر گناہ کرنے پر اسے کچوکے لگاتا اور احساس دلاتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ نے

پیغمبروں کا سلسلہ شروع کیا تا کہ لوگوں کو گناہوں سے پاک کرسکیں۔جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

''(اے موسیٰ) تو فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہو گیا ہے،اوراس سے کہہ کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ اپنا تزکیہ کرے۔''(النازعات 79 آیات 17 تا 18)

حضرت ابراہیم کی نبی کریم کی بعثت کی دعا

حضرت ابراہیم نے جب اللہ سے آخری نبی کی بعثت کی درخواست کی تو پیغمبر کی آمد کا ایک اہم مقصد یہی تزکیہ بیان کیا۔

''اے ہمارے پروردگار !ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو، وہ ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنا دے۔ بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔''(البقرہ 2:129)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے فرائض

چنانچہ اللہ نے جب آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا تو ان کا بھی بنیادی مقصد لوگوں کو گناہوں سے دور کرنا ہی بیان کیا۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا، ان کو پاک کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''(آل عمران 3 :164)

اس آیت پر اگر غور کیا جائے تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ پیغمبر کے تین فرائض بیان ہوئے ہیں۔ پہلا کام اللہ کی آیات پڑھنا، دوسرا کام تزکیہ کرنا اور تیسرا کام کتاب وحکمت کی تعلیم دینا۔ لیکن اگر ذرا غور سے جائزہ لیا جائے تو اصل کام تزکیہ یعنی پاک کرنا ہی ہے۔اسی کے لئے اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور اسی تزکیہ کے لئے شریعت اور اس کے فلسفے کی تعلیم دی جاتی

ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب یہ تزکیہ کا کام شروع ہو جاتا ہے تو لوگوں کو صراط مستقیم مل جاتی اور وہ راہ راست پر آ کر گمراہی سے نکل جاتے ہیں۔

یہی مضمون ایک اور آیت میں بھی بیان ہوا ہے:

''وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا، جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کے (نفس کو) پاک کرتا ہے، اور ان کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔'' (الجمعہ 2:62)

اسی تزکیہ کا براہ راست حکم ایک اور آیت میں اس طرح دیا گیا ہے:

''اے نبی ! آپ ان کے اموال سے صدقہ وصول کیجیے اور اس صدقہ کے ذریعہ ان (کے اموال) کو پاک کیجیے اور ان (کے نفوس) کا تزکیہ کیجیے، پھر ان کے لئے دعا بھی کیجیے۔ بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے تسکین کا باعث ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دیکھنے والا ہے۔'' (التوبہ 103:9)

گناہوں سے پاک لوگ ہی اللہ کو پسند ہیں

اللہ کو پاک لوگ ہی پسند ہیں اور یہ پاکی ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی۔ یہ پاکی ایمان کی بھی ہے اور عمل کی بھی۔ چنانچہ وہ لوگ جو عقیدے کی نجاست اور نفاق کی گندگی کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں ان کی بنائی ہوئی مسجد تک کو ڈھانے کا حکم دے کر اپنا فیصلہ ہر لحاظ سے پاک رہنے والے مومنوں کے حق میں سنا دیا:

''(اے نبی) ! آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی بھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہونا۔ وہ مسجد جس کی پہلے دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی تھی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا

ہے۔‘‘ (التوبہ 9:108)

پیغمبر کی بعثت اور تزکیہ اللہ کا انعام ہے

پیغمبر کی بعثت اور تزکیہ نفس کو اللہ نے اپنے انعام اور احسان کے طور پر پیش کیا ہے۔

(ترجمہ) ’’جیسا کہ (ہم نے) تم ہی میں سے تم میں ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہارا تزکیہ (یعنی تمہیں پاکیزہ) کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھلاتا ہے اور وہ کچھ بھی سکھلاتا ہے جو تم پہلے نہ جانتے تھے۔‘‘ (البقرہ 2:151)

تزکیہ کا کمال اللہ کی عنایت ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان پاکی حاصل کرنے کی کوشش تو کرسکتا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ آلائشیں اس کے دامن میں رہ جاتی ہیں۔ کامل تزکیہ عطا کرنا اللہ کی عنایت ہے نیز تزکیہ کرنے والوں کو اس تکبر میں مبتلا نہ ہوجانا چاہیئے کہ وہ اب وہ کوئی بہت بڑے بزرگ بن بیٹھے ہیں۔ یہ رویہ خود تزکیہ کے خلاف ہے کیونکہ یہ تکبر کو جنم دیتا ہے۔

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ تو اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم وکرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہوسکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے، اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔‘‘ (النور 24:21)

ایک اور مقام پر ان نام نہاد تزکیہ کرنے والوں کی مذمت کی:

’’کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت پر بھی غور کیا جو اپنی پاکیزگی نفس کی شیخی بگھارتے ہیں۔ حالانکہ پاک تو اللہ ہی کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘ النساء 4:49)

آیئے االلہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے ذریعے تزکیہ نفس کی دعا کریں۔

اے اللہ میں تجھ سے عاجز ہونے اور سستی اور بزدلی اور بخل اور بڑھاپے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں اے اللہ میرے نفس کو تقوی عطا کر اور اس کا تزکیہ نصیب فرما کہ تو ہی تزکیہ کرنے والوں میں سے بہتر ہے۔ اور تو ہی کارساز اور مولی ہے اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع دینے والا نہ ہو اور ایسے دل سے جو ڈرنے والا نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول ہونے والی نہ ہو۔(صحیح مسلم جلد سوم حدیث نمبر 2405)۔

ایمان کا اثر معاملات زندگی

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال خطبنارسول الله صلی الله علیه وسلم الا قال لاایمان لمن لا امانة له ولادین لمن عهد له۔(مشکوٰۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی خطبہ دیا، اس میں یہ ضرور فرمایا کہ جس کے اندر امانت نہیں، اس کے اندر ایمان نہیں اور جسے عہد کا پاس نہیں، اس کے پاس دین نہیں ہے۔

ایمان کا اثر اخلاق پر

عن عمرو بن عبسة قال قلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ماالایمان قال الصبر والسماحة۔(مسلم)

حضرت عمرو بن عبسہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ وعلیہ وسلم سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایمان نام ہے صبر اور سماحت کا۔

پروفیسر محمد عقیل

پریشان ہونا چھوڑیئے، جینا شروع کیجئے

اصول نمبر 4۔ مسئلہ حل کرنے کے اقدام کریں

کیس اسٹڈی:

مرگی ایک ایسا مرض ہے جس میں مریض پر جب دورہ پڑتا ہے تو اس کے ہاتھ اور پاوں مڑنے لگتے ہیں اور وہ زمین پر گر جاتا ہے۔ یہ کیفیت کچھ دیر تک برقرار رہتی ہے پھر اعضا معمول کی پوزیشن پر آ جاتے ہیں۔ آج سے سیکڑوں سال قبل اس مرض کے بارے میں ایک تھیوری پیش کی جاتی تھی۔ وہ یہ کہ اس مرض کی وجہ مریض کے اندر ایک بدروح کا داخل ہوجانا ہے۔ یہ بدروح مریض کے دماغ میں گھس کر اس کے ہاتھ پاؤں موڑ دیتی ہے۔اس کا علاج یہ تھا کہ مریض کے سر میں ایک کیل ٹھونکی جاتی تھی تا کہ اس بدروح کو باہر آنے کا راستہ مل سکے۔اس عمل سے بدروح نکل جاتی تھی اور مریض سکون میں آ جاتا تھا۔لیکن اس اخراج کے ساتھ ہی مریض کی اپنی روح بھی نکل جاتی اور یوں اسے نیک اور بد دونوں روحوں سے مکتی مل جایا کرتی تھی۔

یہ غیر سائینسی نظریہ جدید میڈیکل سائینس نے باطل کر دیا۔ جب باقاعدہ ریسرچ کی گئی تو علم ہوا کہ مرگی کی اصل وجہ کچھ اور ہے۔ دراصل ہمارے دماغ کو خون سپلائی کرنے والی ایک خاص وین ہوتی ہے۔ مرگی کے مریض میں عارضی طور پر خون کی سپلائی رک جاتی ہے جس کی بنا پر مریض کے ہاتھ پاؤں مڑنے لگتے ہیں۔ چنانچہ اس سپلائی کو بحال کرنے کے لیے کئی دوائیاں بنائی گئیں اور آج مرگی کے مرض کا علاج ممکن سمجھا جاتا ہے۔

وضاحت:

ہمیں جب بھی کسی مسئلے کا سامنا ہوتا ہے تو ہم اسے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن ہم

میں سے اکثر لوگ مسائل کو حل نہیں کر پاتے۔اس کی بنیادی وجہ مسئلے کو غیر سائنسی انداز میں حل کرنے کی کوشش کرنا ہے۔جب تک مسئلے کو سائنٹفک طریقے سے حل نہیں کیا جائے گا، یہ جوں کا توں برقرار رہے گا۔مثال کے طور پر ایک سبزی بیچنے والا یہ دیکھتا ہے کہ اس کے برابر والی دوکان پر ہر وقت رش لگا رہتا ہے جبکہ اسکی دوکان پر شاذ ہی لوگ آتے ہیں۔اس مسئلے کو حل کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ وہ کچھ سوچے سمجھے بنا اس صورت حال سے نبٹنے کے لئے ہاتھ پاوں مارنا شروع کردے۔کسی پیر فقیر سے رابطہ کرے، اگر بتیاں جلائے اور برکت کے لئے قرآنی آیات لٹکائے۔اس سے ظاہر ہے کچھ حاصل نہیں ہوگا بلکہ پریشانی میں اضافہ ہی ہوگا۔دوسرا آپشن یہ ہے کہ وہ اس مسئلے کا سائنسی تجزیہ کرے اور اس کو حل کرنے کے لیے درج ذیل اقدام کرے:

اسٹیپ نمبر ۱ : مسئلے کو بیان کرے۔

اسٹیپ نمبر ۲ : مسئلے کی وجوہات بیان کرے۔

اسٹیپ نمبر ۳ : مسئلے کے ممکنہ حل تلاش کرے۔

اسٹیپ نمبر ۴ : ممکنہ حل میں سے بہترین حل کو اختیار کرے۔

اسٹیپ نمبر ۵ : ممکنہ حل پر عمل درآمد کا پروگرام بنائے اور اس پر عمل شروع کردے۔

پہلا قدم یہ ہے کہ مسئلے کو لکھ لیا جائے۔ایک اچھی طرح لکھا ہوا مسئلہ آدھا حل خود ہی پیش کردیتا ہے۔

مثال کے طور پر وہ سبزی فروش مسئلے کو اس طرح بیان کرسکتا ہے۔

بیان نمبر ۱ " : میرا کاروبار تباہ ہورہا ہے"۔

اگر اس بیان کو دیکھا جائے تو یہ مسئلے کا درست بیان نہیں۔اس سے یہ واضح نہیں ہورہا کہ تباہی کی کیا نوعیت ہے، کاروبار کب سے تباہ ہورہا ہے وغیرہ۔

بیان نمبر ۲ " : میرے کاروبار کی گذشتہ چھ مہینوں سے فروخت اوسطاً فی صد کم ہورہی ہے"۔

یہ مسئلے کا درست بیان ہے جو اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈال رہا ہے۔

دوسرا اقدم یہ ہے کہ وہ اس فروخت میں کمی کی وجوہات معلوم کرے۔ وجوہات معلوم کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ حقائق جمع کئے جائیں۔ کولمبیا یونیورسٹی کے ڈین نے کہا تھا:

"دنیا کی نصف یا آدھی سے زائد پریشانیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگ سوچے سمجھے بغیر فیصلہ کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ان کے پاس وہ معقول علم نہیں ہوتا جس کی بنیاد پر انہوں نے فیصلہ سرانجام دینا ہوتا ہے"۔

اس سبزی فروش کی سیل میں کمی کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں مثال کے طور پر سبزی کی خراب کوالٹی، دوکان کی لوکیشن، قیمت میں تفریق، کسٹمر سے برتاو وغیرہ۔ درست وجہ معلوم کرنے کے لیے حقائق کو بلاکسی جانبداری کے جمع کرنا چاہیے۔ یہ عین ممکن ہے کہ وہ تعصب کی بنا پر یہ سوچنے لگ جائے کہ اس کا حریف دوکاندار اس لئے کامیاب ہے کہ وہ چاپلوس ہے اور وہ گاہکوں کو گھیر تا ہے وغیرہ۔ حقائق کو غیر جانبداری سے جمع کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی دوسرے شخص سے مدد لی جائے۔ چنانچہ اگر یہ دوکان دار کسی شخص کو ڈمی گاہک بنا کر دو تین مرتبہ اپنے حریف کے پاس بھیجے تو علم ہوگا کہ اس کا حریف اس لئے زیادہ کامیاب ہے کہ وہ گاہکوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے مزید یہ کہ وہ کسٹمرز کو اضافی گوشت بھی دے دیتا ہے۔

تیسرا اقدم یہ ہے کہ مسئلے کے ممکنہ حل تلاش کرے۔ یہ حل درج ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں:

ایک حل تو یہ ہے کہ وہ اپنے اخلاق بہتر بنا کر کسٹمر کو اپنی جانب متوجہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اضافی سبزی بھی دینے لگ جائے۔

دوسرا حل یہ ہے کہ وہ ابتدا میں قیمتیں کم کر دے تا کہ کسٹمرز اس کی جانب متوجہ ہو جائیں۔

تیسرا حل یہ ہے کہ وہ خود پس منظر میں چلا جائے اور کسی چرب زبان اور خوش اخلاق سیلز مین کو دوکان پر بٹھا دے۔

چوتھا قدم یہ ہے کہ تمام ممکنہ حل کا تجزیہ کیا جائے اوران کی اچھائیاں اور برائیاں دیکھ کر بہترین حل کا انتخاب کیا جائے۔ اگر وہ پہلا حل اپناتا ہے یعنی اپنے اخلاق بہتر کر کے سیل بڑھانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ ایک طویل مدتی قدم ہے کیونکہ لوگوں کو اس کے اخلاق کی بہتری کا کافی دیر بعد علم ہوگا۔ دوسرا حل قیمتوں میں کمی کا ہے۔ یہ ایک شارٹ ٹرم اور فوری حل ہے لیکن اس سے پرافٹ مارجن میں کمی آسکتی ہے۔ البتہ کچھ عرصے بعد قیمتوں کو دوبارہ اسی سطح پر واپس لایا جاسکتا ہے۔ تیسرا حل بھی قابل عمل ہے کہ خود پس منظر میں جا کر کسی خوش اخلاق سیلز مین کو سامنے لایا جائے۔ اس سے لوگوں میں انتظامیہ کی تبدیلی کا تاثر پیدا ہوگا۔ چنانچہ وہ حل نمبر 2 اور 3 بیک وقت اپنانے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔

پانچواں اور آخری قدم یہ ہے کہ اس حل پر عملدرآمد کے لئے پروگرام بنایا جائے۔ چنانچہ وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ نئے سیلز مین کو وہ اگلے ہفتے سے اپائنٹ کر لے گا اور اگلے ہی ہفتے سے وہ قیمت میں دس فیصد کمی کا اطلاق کر لے گا۔

اسائنمنٹ۔

۔اپنی زندگی کے دو اہم مسئلے لکھئے اوران کے حل کے لئے پانچ اقدامات کریں۔

۔اوپر بیان کردہ کیس اسٹڈی میں قدیم لوگوں سے مرگی کے علاج میں کیا غلطی ہورہی تھی؟ انہیں مسئلے کا حل کس طرح کرنا چاہیے تھا؟ پانچ اقدامات کو اپلائی کرتے ہوئے جواب دیں۔

۔آپ مستقبل کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ کون سا پیشہ اختیا کریں۔ ان پانچ اقدام کو اپلائی کرتے ہوئے حل تلاش کریں۔

۔ایک اسٹوڈنٹ ہمیشہ امتحان میں کم نمبر لاتا ہے۔ ان پانچ اقدامات کی روشنی میں وہ کس طرح مسئلہ حل کرسکتا ہے؟

شمائلہ عثمان

HAPPY END

انسان کا مزاج ہے کہ وہ ہر چیز کا ہپی اینڈ (Happy End) چاہتا ہے اور اسی ہپی اینڈ (Happy End) سے دل میں طمانیت اور سکون محسوس کرتا ہے۔اسی مزاج کے پیش نظر اکثر فلمیں، ڈرامے، کہانیاں، ناول زیادہ تر ہپی اینڈ (Happy End) یا ''سب ہنسی خوشی رہنے لگے'' پر ختم ہوتا ہے جو عمل زندگی میں ناممکن ہے۔

اس دنیا میں بھی جو چیزیں بظاہر خوشیاں دیتی ہیں وہ ساتھ ساتھ اپنے مسائل بھی لے کر آتی ہیں۔مثلاً اچھی جاب خوشی کے ساتھ نئے چیلنجز دیتی ہے۔دو پیار کرنے والوں کا مل جانا عملی زندگی میں نئی دنیا متعارف کرواتا ہے۔جس میں معاشی مسائل سے لے کر اولاد کی صحت، تعلیم وتربیت سب شامل ہیں۔

پھر جو کچھ انسان پاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ بھی آئیڈیل صورت حال ہو۔غرض کہ گھر کے نظم ونسق چلانے سے لے کر کاروبار چلانا حتیٰ کہ اقتدار کا مل جانا جو بظاہر بڑی کامیابیاں لگتی ہیں درحقیقت ختم ہونے والے چیلنجز ہیں۔جن سے نبردآزما ہوتے ہوتے انسان قبر کی آغوش میں سماجاتا ہے۔یہ موت انسانی زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔اس لیے انسانی فطرت انسانی، موت جیسی حقیقت کو بھی خوشی سے قبول نہیں کرتی۔

لیکن دین فطرت ہمیں بتاتا ہے کہ ہپی اینڈ (Happy End) ہمیشہ کے لیے اس ابدی زندگی کے ساتھ منسلک ہے جہاں نہ کوئی ختم ہوگا نہ فکرو پریشانی اور اس ہپی اینڈ (Happy End) کی تیاری ہمیں یہاں رہ کر کرنی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان اس ہپی اینڈ (Happy End) کے لیے کتنی تیاری کرتا ہے۔

کیا آپ بدلے ہیں؟

[ادارہ 'انذار' کا مقصد لوگوں میں ایمان و اخلاق کا شعور پیدا کرنا اور مثبت اندازِ فکر کو فروغ دینا ہے۔ اللہ کے فضل سے اس ادارے کی کوششوں کے نتیجے میں بہت سے لوگوں میں بڑی مثبت تبدیلیاں آچکی ہیں۔ ذیل میں ایک صاحب کی تحریر اسی حوالے سے شائع کی جارہی ہے۔ آپ یا آپ کے احباب میں کوئی تبدیلی آئی ہے تو آپ اپنے تجربے کو ہمارے ساتھ شیئر کر سکتے ہیں، ادارہ۔]

محترم سر ابو یحییٰ، السلام علیکم ،

آپ کی کتاب ''جب زندگی شروع ہوگی'' پڑھی، بہت اچھی کتاب ہے اور سچ میں زندگی بدلنے والی کتاب ہے۔ بہت سی برائیاں میرے اندر تھیں جو یہ کتاب پڑھ کے ختم ہوگئیں۔ میں اس کتاب کو بار بار پڑھتا ہوں اور ہر بار کچھ نیا تجربہ ہوتا ہے۔

میں نے گھر میں چار سیٹلائٹ ڈش انسٹال کی تھیں جس پر دنیا کے تین ہزار سے زائد چینلز آتے تھے۔ اور میں نے لوگوں کو بھی اپنی ڈش سے کنیکشن دیا ہوا تھا۔ لیکن اب یہ سب کچھ ختم کر دیا ہے اور ڈش اُتار دی ہے۔

میں فجر کے علاوہ باقی سب نمازیں پڑھتا تھا لیکن کبھی دل سے نماز نہیں پڑھی تھی۔ بار بار اس کتاب کو پڑھ کے نمازوں میں بہت بہتری آ گئی ہے اور اب فجر کی نماز بھی پڑھنے لگ گیا ہوں۔ آپ نے فیس بک پر پوسٹ کیا تھا کہ بُرائی سے بچنے کا بہترین طریقہ دوسروں کو بُرائی سے روکنا ہے۔ میں نے جب آپ کی کتاب پڑھی تو لوگوں کو بھی اس کی باتیں بتانا شروع کیں۔ اور کتاب بانٹنا بھی شروع کی۔ آہستہ آہستہ میرا اپنا ذہن بھی بدلنے لگا کہ میں لوگوں کو یہ باتیں بتا رہا ہوں

اور خود عمل نہیں کر رہا۔ اور کچھ چیزیں لوگوں نے خود مجھ سے کہیں کہ آپ ہمیں یہ باتیں کہہ رہے ہو اور خود دوبارہ وہی غلطی کر رہے ہو۔۔۔ مجھے ایک دو بار شرمندگی ہوئی لیکن مجھے اچھا لگا کہ اب آئندہ میں غلط بات کہنے سے پہلے سوچوں گا اور اپنے آپ کو بچاوں گا۔ میرے دفتر میں، گھر میں اور دوستوں میں ہر جگہ کہیں نہ کہیں غیبت اور چغلی بہت زیادہ ہو رہی ہوتی تھی اور یہ چیز ہمارے معاشرے میں بہت عام ہوگئی ہے۔ اس کو ختم کرنا بہت مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ میں اپنے آپ کو اس بُرائی سے روکنے کی بہت کوشش کرتا ہوں اور رات کو سوتے ہوئے سوچتا ہوں کہ آج میں نے سارا دن جان بوجھ کر یا بھول کر ایسا کوئی کام تو نہیں کیا؟ اس کا سب سے آسان حل میں نے یہ نکالا ہے کہ زیادہ سے زیادہ چپ رہا جائے اور اگر کوئی کچھ بول رہا ہے تو اچھی بات پر ریسپانس اور بُری بات پر خاموشی اختیار کی جائے۔ جب ہم بُری بات پر کسی کا ساتھ نہ دیں اور اسکی حوصلہ افزائی کرنا چھوڑ دیں تو آہستہ آہستہ لوگ اس طرح کی باتیں کرنا چھوڑ دیں گے۔

میں نے آپ کی کتاب کئی بار اپنی زوجہ کو پڑھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں پڑھتی تھی۔ وہ سمجھتی تھی یہ کوئی ڈرانے والی کتاب ہے۔ لیکن ایک دن میں نے اس کتاب کی کچھ باتیں اس کو بتائیں تب اس نے ہامی بھر لی، اور پھر پوری کتاب ایک ہی بار میں ختم کر لی۔ اس کی زندگی مجھ سے بھی زیادہ بدل گئی ہے۔ اب وہ ہر وہ کام کرنے کی کوشش کرتی ہے جس سے وہ اللہ کے قریب ہو سکے۔ ہر وقت قرآن پڑھتی رہتی ہے۔ ہر چیز اور ہر لفظ پہ ریسرچ کرتی ہے۔ تفسیر سے مدد لیتی ہے۔ اب ہم دونوں میں سے اگر کوئی ایک کوئی چیز غلط کرنے لگے تو دوسرا فوراً اسے روکتا ہے۔ اللہ نے ہمیں یہ راستہ دکھا کر ہمارے ساتھ کو اور زیادہ اچھا اور مضبوط کر دیا ہے۔ اور ہم دونوں بہت خوش ہیں کہ ہماری زندگی میں اللہ کی محبت شامل ہوگئی ہے۔ (محمد قاسم)

ابو یحییٰ

غصہ کیسے کنٹرول کیا جائے؟

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھ میں غصہ بہت ہے۔ بہت کنٹرول کرتی ہوں، لیکن بدقسمتی سے اس سوسائٹی کا یہ پیٹرن بن گیا ہے کہ جو برداشت کرتا ہے اسے آخری حد تک ستایا جاتا ہے۔ تو غصہ کنٹرول کرتے کرتے میں اچانک ایک دن پھٹ جاتی ہوں۔ اس غصے کا نشانہ زیادہ تر بچے بنتے ہیں۔ برائے مہربانی ایسی صورتحال سے بچنے کے لیے کوئی کارآمد طریقہ بتائیے جو غصے کا سبب بنتی ہیں۔ (س۔م)۔

جواب: السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

آپ کے سوال کے دو پہلو ہیں۔ پہلا یہ کہ لوگ ایسے لوگوں کی شرافت کا فائدہ اٹھاتے ہیں جو غصہ نہیں کرتے۔ آپ کی یہ بات صحیح ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ دوسروں کو قابو میں کرنے کے لیے غصے کا اظہار ہی کیا جائے۔ غصے کے بجائے آپ کا محکم اور سنجیدہ انداز بھی لوگوں کو حدود میں رکھ سکتا ہے۔ اس لیے اس پہلو سے یہ آپ کے غصہ کرنے کی مزید وجہ نہیں ہونی چاہیے۔ آپ اپنے ٹھوس رویے سے دوسروں کے ساتھ پیش آنے والے بہت سے مسائل کو حل کر سکتی ہیں۔

دوسری بات یہ یاد رکھیے کہ غصہ اپنی ذات میں کوئی بری چیز نہیں، اس کا بے قابو اظہار غلط ہے۔ چنانچہ آج سے جب بھی آپ غصے میں آئیں مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کریں:

۱) جب بھی غصہ آئے تو سب سے پہلے اپنا منہ بند کرلیں اور اپنے ہونٹ نہیں کھولیں۔ اگر یہ کھلیں گے تو آپ بولنا شروع کریں گی اور پھر آپے سے باہر ہو جائیں گی۔

۲) فوراً ایسے ماحول، اس جگہ اور اس خاص محفل سے باہر آجائیں جہاں آپ کو غصہ آیا ہو۔

۳) پانی کا ایک گلاس پی لیں اور ممکن ہو تو فوراً وضو کر لیں۔

ان باتوں پر عمل کرنے سے انشا اللہ آپ کو غصہ سے نجات حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔

والسلام

ابو یحییٰ

منفی حالات میں درست رویہ

سوال: اللہ سے امید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے۔ سر آجکل میری بہت عجیب سی کیفیت ہے، بہت پریشانی اور اداسی ہے اور یہ لگتا ہے زندگی میں اب کچھ بھی نہیں ہے، بس اللہ کے پاس جانے کو دل کرتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو مجھے سمجھ سکے، جو میرے ساتھ مخلص ہو۔ عجیب سی طبعیت ہوگئی ہے۔ آفس میں بھی ناانصافیاں ہوتی ہیں۔ جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں، غلط بیانی کرتے ہیں، دوسروں کی باتیں ادھر ادھر کرتے ہیں۔ باس ایسے لوگوں کے ساتھ ٹھیک ہیں۔ یہ لوگ باس کی چاپلوسی کرتے ہیں، اور بدلے میں باس خوش ہوکر انکی ترقی کر دیتے ہیں۔ مجھ میں یہ سب نہیں، ایسی چیزیں میں کہاں سے پیدا کروں، اللہ نے میرے اندر یہ ڈالا ہی نہیں۔ میں سب کیساتھ مخلص ہو کر کام کرتی ہوں۔ اپنے کام میں بھی بہت محنت کرتی ہوں، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا، کسی کو میرا کام نظر نہیں آتا، نہ میں فیشن کرتی ہوں، نہ بے ہودہ کپڑے پہنتی ہوں جو دوسروں کے لیے کشش کا باعث بن سکوں۔ لیکن جو لوگ ایسا کرتے ہیں، انہیں سب ہی پسند کرتے ہیں۔

رشتہ داری میں بھی ایسے ہی دل و جان سے پیسہ بھی لٹاتی ہوں، ضرورت پڑنے پر مورل سپورٹ بھی کرتی ہوں، لیکن وہاں بھی میری قدر نہیں، بس وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بس ہم ٹھیک

ہیں، باقی سب غلط ہیں۔

کہاں جاؤں، کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آتا، بس دماغ مفلوج ہو کر رہ گیا ہے۔ میرے لیے دعا کریں اور مجھے کچھ پڑھنے کے لیے بتا دیں، تاکہ مجھے غصہ نہ آئے اور میں لوگوں سے توقعات باندھنا چھوڑ دوں یا اپنا حق چھوڑ دوں جسکی میں اہل ہوں۔

آپ کے جواب کی طالب

مسرت

جواب: السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

دنیا ایسی ہی جگہ ہے۔ یہاں اکثر یہی ہوتا ہے۔ اسی کو فساد اور ظلم کہتے ہیں۔ مگر یہ زیادہ عرصے تک نہیں چلے گا۔ جلد ہی جب نئی دنیا بنے گی تو آپ جیسے لوگ اعلیٰ ترین درجات کے حامل ہوں گے اور یہ لوگ جہنم کی ہلاکت کا شکار ہوں گے۔ مگر اس کے لیے آپ کو صبر کرنا ہوگا اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کرنا ہوگا۔ اصل چیز ہمت ہے جس کے سہارے انسان ہر مشکل جھیل لیتا ہے۔ ہمت کے ساتھ حکمت بھی استعمال کیجیے اور اس کے ذریعے سے دنیا کے مسائل کو حل کیجیے۔ یہی جینے کا طریقہ ہے۔

والسلام

ہمارے حالات کی خرابی کا سبب

سوال: جناب، میرے خیال سے اس سلسلے میں آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ آج کل ہم تقریباً ہر جگہ مذہبی گفتگو اور مذہبی علامتوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ اپنا فیس بک اکاؤنٹ کھولیں تو آپ کو ہر دوسری پوسٹ کسی حدیث یا آیت کو شیر کرتی نظر آئے گی۔ کہیں سفر کریں تو آپ کو ہر دوسری گاڑی اور راستے پر ''یا اللہ مدد''، ''یا علی وارث'' جیسے الفاظ دکھائی دیں گے۔ ان سب کے

باوجود ہمارے حالات خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ایسے لگتا ہے جیسے یہ ساری مذہبیت سطحی سی ہے۔آپ کے خیال میں اس کے پیچھے کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ ہمارے مذہب نے اچھے انسان (بشمول میرے) بنانا کیوں روک دیا ہے؟، (عرفان رشید)

جواب: السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

آپ کا مشاہدہ بڑی حد تک درست ہے۔مزید نزدیک اس صورتحال کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنا نشانہ خارج میں متعین کرلیا ہے۔ہم بولتے بہت ہیں، لیکن سوچتے کم ہیں۔ہم دوسروں کو تو بتاتے ہیں، لیکن خود کو نہیں سمجھاتے۔ ہم دوسروں کو یاد دلاتے ہیں، لیکن خود بھول جاتے ہیں۔ہم اچھی باتوں کو دوسروں کے ساتھ شیئر کرتے ہیں، مگر اپنے ساتھ شیئر کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہم دوسروں کا احتساب کرنا جانتے ہیں، مگر اپنا احتساب نہیں کر پاتے۔ہم دوسروں کی لاکھوں گز زمین پر انہیں برائی کے بجائے بھلائی کی فصل کاشت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اپنی دو گز زمین پر بھی وہ فصل کاشت نہیں کرنا چاہتے۔یہی ہماری خرابی کی بنیادی وجہ ہے۔

دوسری وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ہم اسلام کی حقیقی روح اور دین کے اصل مطالبات کو لوگوں کے سامنے پیش ہی نہیں کررہے۔دین کی بنیادی دعوت ایمان و اخلاق کی دعوت ہے۔اللہ تعالیٰ کی عنایت سے میں نے اس دعوت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ''قرآن کا مطلوب انسان'' نامی تالیف میں بیان کردیا ہے۔جس روز دین کی یہ دعوت ہماری دعوت بن گئی، اصلاح کا عمل شروع ہوجائے گا۔اس کے بجائے کوئی اور چیز دعوت کا موضوع رہی تو وہ معاشرے میں خرابی ہی کا اضافہ کرے گی۔

والسلام

مضامین قرآن

ابو یحییٰ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس پس منظر میں آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن کریم کل عالم کے لیے اللہ کی آخری ہدایت اور رہنمائی ہے۔ آپ ہی کی ذات اب قیامت تک کل انسانیت کے لیے اللہ کی رضا اور ناراضی کو جاننے کا واحد ذریعہ ہے اور اس پہلو سے آپ کی تعلیمات آفاقی ہیں۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر بیان ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جان رہے ہیں، (سبا 28:34)

بڑی ہی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دینے والی کتاب اتاری تا کہ وہ اہل عالم کے لیے ہوشیار کر دینے والا بنے، (فرقان 1:25)

سورہ انبیا میں یہی حقیقت بڑے منفرد اور دلنشین انداز میں بیان ہوئی ہے۔ وہاں قرآن میں بیان ہونے والی قرب قیامت کی ایک عظیم نشانی کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا یہ حتمی فیصلہ سناتے ہیں کہ قیامت کے بعد نئی دنیا میں یہ دھرتی صالحین کی ملکیت وتصرف میں دے دی جائے گی۔ اس خبر میں اہل ایمان کے لیے ایک عظیم موقع کی آگاہی ہے اور اسی پہلو سے یہ خبر پہنچانے والی ہستی تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجی گئی ہے، (انبیا 107:21)۔

یہی وہ پس منظر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ابتداءً جزیرہ نما عرب کے رہنے والوں کی طرف کی گئی اور پھر آپ پر ایمان لانے والے صحابہ کرام پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ جس طرح نبی کریم نے اِن پر حق کی شہادت دی ہے وہ کل انسانیت تک حق پہنچا کر اس کی شہادت دیں (الحج 78:22) اور اسی پس منظر میں ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط قرار

دیا، (بقرہ143:2)۔ یعنی ایسی امت جو اللہ کے رسول اور باقی انسانیت کے بیچ میں کھڑی ہے۔ وہ رسول سے حق پاتی ہے اور پھر اسے ساری انسانیت تک پہنچاتی ہے۔

قرآن کریم کے مضامین

قرآن مجید اس معاملے میں بھی بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو جب انذار کیا اور ان تک حق کا پیغام پہنچایا تو قرآن کریم ہی آپ کا آلہ انذار اور ذریعہ دعوت تھا۔ یہ کتاب الٰہی آیات الٰہی کا وہ مجموعہ ہے جس کے ذریعے سے رسول عربی نے براہ راست اپنی قوم پر اتمام حجت کیا۔ یہ کتاب اس اتمام حجت یعنی رسول عربی اور ان کے مخاطبین اہل عرب کے مابین برپا ہونے والی اس پوری کشمکش اور اس کے نتائج کی تفصیلی روداد بھی ہے جو تیئیس برس کی مدت میں سرزمین عرب میں برپا رہی۔

اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو قرآن مجید ماضی کے ایک واقعے کی روداد ہے۔ مگر اس روداد کے اندر ہی قرآن مجید کی اصل دعوت، اس کے دلائل اور مطالبات کی تفصیل بھی ہے۔ یہ چیزیں اپنے اندر عالمی اپیل رکھتی ہیں۔ چنانچہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کو اگر ایک منطقی ترتیب کے ساتھ مرتب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے تو لوگ بلا تردد یہ سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید کس چیز کو بطور پیغام لوگوں کے سامنے رکھ رہا ہے، کن اساسات پر وہ اپنی بات لوگوں سے منوانا چاہتا ہے، لوگوں کے سامنے وہ کن اخلاقی قدروں کو اجاگر کر رہا ہے، قانون کی سطح پر اس کے مطالبات کیا ہیں اور کس طرح کی شخصیت کی تشکیل اس کے پیش نظر ہے۔ قرآن کریم کے مضامین اگر اس طرح واضح کر دیے جائیں تو پوری دنیا کے لوگوں کے لیے مروجہ اسلوب میں قرآن مجید کے مضامین کو سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا جو کہ عالمی دعوت کے پہلو سے انشاءاللہ ایک بہت مفید چیز ہو گی۔

تین بنیادی مضامین

قرآن مجید ہزاروں آیات پر مشتمل ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ مگر مضامین کے اعتبار سے

یہ ایک انتہائی مختصر کتاب ہے جس کے بنیادی موضوعات انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ یہ موضوعات نہ صرف تعداد میں بہت کم ہیں بلکہ آپس میں مربوط طریقے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ہزاروں آیات پر مشتمل پورا قرآن مجید صرف تین بڑے اور چند درجن ذیلی عنوانات کے تحت نہ صرف مرتب ہوجاتا ہے بلکہ یہ مضامین وعنوانات ہر فرد اور ہر دور کے انسان سے براہ راست متعلق رہتے ہیں۔ یہ بنیادی تین موضوعات درج ذیل ہیں۔

۱) دعوت دین اور اس کے ردوقبول کے نتائج

۲) دعوت کے دلائل

۳) مطالبات

پھران تین موضوعات کو مضامین کے اعتبار سے ذیلی مضامین میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔اس کی تفصیل انشاءاللہ ہم بعد میں الگ الگ عنوان کے تحت بیان کریں گے۔

قرآن مجید کے موضوعات اور ان کا باہمی منطقی ربط

قران مجید کے پیغام کو متعین عنوانات اور جامع موضوعات کے تحت مرتب کرنے کے اس کام کو عملی طور پر کرنے کی دو شکلیں ممکن ہیں۔ایک شکل یہ ہے کہ ترتیب کے پہلو سے اول تا آخر قرآن مجید کی تفسیر یا حواشی لکھے جائیں۔اس تفسیر میں اصل زور اس بات پر ہو کہ ایک مجموعہ آیات لے کر اس میں موجود مضامین کی نشاندہی کردی جائے۔یہی وہ شکل تھی جس میں پچھلے کچھ عرصے سے مضامین قرآن کے عنوان کے تحت سورہ فاتحہ اور پھر سورہ بقرہ کی تفسیر بیان ہورہی تھی۔مگر بعض دوستوں کا اصرار تھا کہ اس طریقے سے پورے قرآن مجید پر کام کرنے کا عمل بہت وقت طلب ہے۔ یہ بات چونکہ پیچھے بیان ہوچکی ہے کہ اصل مضامین کی قران تعداد بہت زیادہ نہیں بلکہ تمام تر تفصیل میں جا کر بھی درج درجن سے زیادہ نہیں بڑھتی ہے اور اور یہی مضامین

مختلف پہلوؤں سے قران مجید میں دہرائے جاتے ہیں۔اس لیے ایک دوسری بہتر شکل اب میں یہ اختیار کرر ہا ہوں کہ قرآن مجید کے مضامین کو مرتب انداز میں عنوانات کے تحت بیان کر دیا جائے۔ساتھ ساتھ یہ واضح کیا جائے کہ یہ مضامین آپس میں کس طرح ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ان عنوانات کو قرآن مجید کے متعلقہ بیانات اور آیات کے ساتھ جب جمع کر دیا جائے گا تو انشاء اللہ العزیز مطالعہ قرآن مجید کی ایک ٹیکسٹ بک مرتب ہو جائے گی جو جو درج ذیل چار پہلوؤں سے انشاءاللہ انتہائی موثر ثابت ہو گی۔

قرآن کریم کے مطالعے کی چار سطحیں

یہ ٹیکسٹ بک ایک طالب علم کے لیے فہم قرآن کے پہلو سے بے حد مفید ہو گی۔عام طور پر ہمارا طالب علمانہ سطح پر جب قران مجید کو پڑھایا جاتا ہے تو اس میں زیادہ تفسیری مباحث زیر بحث آجاتے ہیں۔خود قران مجید کا اپنا متن اس طرح زیر بحث نہیں آتا جس طرح آنا چاہیے۔مگر جب ایک طالب علم ایک ایک دفعہ اچھی طرح اس ٹیکسٹ بک کا مطالعہ کر لے گا تو اسے اندازہ ہو جائے گا کہ کلام الٰہی کے موضوعات کیا ہیں۔اور دوران مطالعہ جب کبھی کوئی اشکال پیدا ہو گا تو وہ اس ٹیکسٹ بک سے رجوع کر کے جان لے گا کہ فلاں مقام پر کیا چیز زیر بحث ہے۔ہمارے نزدیک قرآن مجید کے مطالعے کا یہ طالبعلمانہ طریقہ انشاءاللہ قرآن کو سمجھنے میں بے حد مددگار ہو گا۔

دوسری سطح وہ ہے جس میں یہ ٹیکسٹ بک غیر مسلمانوں کو قرآن کریم کی تعلیمات اور اسلام کی دعوت سے جامع انداز میں روشناس کرنے کا یہ ایک انتہائی آسانی اور موثر ذریعہ ہے۔اس ٹیکسٹ بک کی صرف فہرست کے مطالعہ ہی سے ایک غیر مسلم با آسانی یہ سمجھ لے گا کہ قران مجید کن مضامین پر مشتمل ہے۔لوگ دور جدید میں کتابوں کو اسی طرح سمجھتے ہیں۔اس جدید طریقے پر غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت پہنچانا اور ان کے لیے اس دعوت کا سمجھنا انشاء اللہ بہت آسان ہو جائے گا۔یہ

ٹیکسٹ بک گویا اس پہلو سے ایک غیر مسلم کے لیے قرآن مجید کا ایک تعارفی مطالعہ بن جائے گی۔

قرآن کریم کے مطالعے کی تیسری سطح تذکیری مطالعہ ہے۔ اس میں ایک عام مسلمان یاددہانی اور نصیحت کے پہلو سے قرآن مجید کو پڑھتا ہے یا اسے پڑھنا چاہیے۔ اس پہلو سے بھی اگر کوئی شخص پہلے اس ٹیکسٹ بک کو پڑھ چکا ہو تو اسے قرآن سے نصیحت لینا بہت آسان ہوجائے گا۔ اس کی دعوت، دلائل، مطالبات کو سمجھنے میں انسان کبھی ٹھوکر نہیں کھائے گا۔ بلکہ زیادہ بہتر انداز میں گہرائی میں جا کر کتاب الٰہی کی نصیحت کو سمجھ سکے گا۔ وہ جان لے گا کہ قرآن میں چاند سورج اور تاروں کا ذکر کس پہلو سے آرہا ہے۔ کس موقع پر اسے کس پہلو سے نصیحت کی جارہی ہے۔ تاریخ کے آئینے اور فطرت کے مناظر میں کیا اسباق دیے جارہے ہیں۔ اسے زندگی میں کیا کرنا اور اور کیا نہیں کرنا۔ غرض ہر پہلو سے ایک عام آدمی محسوس کرے گا کہ وہ اب اپنے رب کی بات بہتر طریقے پر سمجھ سکتا ہے۔

قرآن مجید کے مطالعے کی چوتھی سطح تحقیقی ہے۔ اس میں بھی یہ ٹیکسٹ بک بہت مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ ایک طرف تو یہ تدبر قرآن کے نئے پہلو سامنے لاتی ہے تو دوسری طرف یہ قرآن مجید کے مختلف بیانات کو ان عنوانات کے تحت متعین کردیتی ہے جو آیات کے معنی متعین کرنے اور ان کے نئے پہلو سامنے لانے میں مددگار ثابت ہوں گے۔

یوں تلمذ کی سطح ہو یا تعارف کی، تذکیر کی سطح ہو یا تحقیق کی، یہ کام انشاء اللہ ہر پہلو سے قرآن کا ذوق رکھنے والوں کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

اس کام کی اساسات کو متعین کرنے میں مجھے کم و بیش پندرہ برس لگے ہیں۔ میری نیت یہ ہے کہ تا زیست اپنے آپ کو اس کام کے ابلاغ کے لیے وقف کردوں۔ پروردگار عالم کے کلام کی شرح و وضاحت اور اس کے ابلاغ سے بڑا کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ دور جدید میں لوگ جس طرح چیزوں کو سمجھتے ہیں، میری نیت اور ارادہ ہے کہ ان تمام پہلوؤں سے اس کام کو

لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اس کی پہلی شکل تو وہی ٹیکسٹ بک ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ دوسری شکل ملٹی میڈیا پریزینٹیشن کی ہے جسے میں نے ابتدائی درجے میں مکمل کر کے اپنے طلبا کو پچھلے برسوں میں پڑھایا ہے۔ اس کی اگلی شکل ماس میڈیا ہے۔ جس میں عالمی سطح پر قرآن مجید کی دعوت، دلائل اور مطالبات کا ابلاغ میرے پیش نظر ہے۔ نظری طور پر اس کام کو کرنے کے بعد اب عملاً اس کام کو شروع کرنا ہے۔ یہ ایک اور پہاڑ ہے جسے مجھے سر کرنا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو اپنی مرضی اور منشا کے مطابق آسان فرمادیں اور یہ کام اگر کسی خیر کا سبب ہے تو اس کی تکمیل کے اسباب اپنے فضل و کرم سے عطا فردیں۔ اللھم وفقنا ماتحب و ترضی، امین یا رب العالمین۔

صبح کی دعا:

اَللّٰھُمَّ مَآاَصُبَحَ بِیُ مِنُ نِّعُمَةٍ اَوُ بِاَحَدٍ مِّنُ خَلُقِكَ فَمِنُكَ وَحُدَكَ لَا شَرِیُكَ لَكَ فَلَكَ الُحَمُدُ وَلَكَ الشُّكُرُ۔

''یا اللہ! جو نعمت بھی صبح کے وقت مجھے یا کسی دوسری مخلوق کو ملتی ہے، وہ صرف اور صرف تیرا ہی عطیہ ہوتی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہر طرح کی تعریف اور تمام شکر تیرے ہی لیے ہے۔''

مبشر نذیر

ترکی کا سفر نامہ (4)

طائرانہ نظر یا برڈ ویو

سوا نو بجے فلائٹ کا اعلان ہوا۔ جدہ ایئر پورٹ پر ابھی ٹنل کی سہولت دستیاب نہیں ہو سکی تھی۔ ہم سب کو ایک بس میں لاد کر جہاز کی طرف لے چلے۔ یہ اسپیشل فلائٹ تھی۔ جہاں عام طور پر جہاز کھڑے ہوتے تھے، ہمارا جہاز وہاں موجود نہ تھا۔ اب ہم جدہ ایئر پورٹ کے فارن ٹرمینل کی جانب جا رہے تھے۔ جن احباب کو حج و عمرہ کے لئے سعودی عرب آنے کا اتفاق ہوا ہو وہ یہ بات جانتے ہیں کہ یہاں تین ٹرمینل ہیں۔ ایک سعودی ایئر لائنز کے لئے، دوسرا فارن ایئر لائنز کے لئے اور تیسرا حج کی اسپیشل فلائٹس کے لئے۔ ہم سعودی ایئر لائنز کے ٹرمینل سے آئے تھے مگر ہمارا جہاز اسپیشل فلائٹس والے ٹرمینل پر لگا ہوا تھا۔ اس ٹرمینل کی عمارت نہیں ہے بلکہ بڑی بڑی چھتریاں لگا کر اسے خاص حاجیوں کے لئے بنایا گیا ہے۔

ٹھیک وقت پر جہاز حرکت میں آیا۔ ٹیک آف کے وقت ماریہ کھڑکی والی سیٹ پر بیٹھی تھی اور فضا میں بلند ہونے کے منظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ بلندی پر پہنچ کر اس کے لئے اندر یا باہر کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ چنانچہ میں نے اس سے سیٹ کا تبادلہ کر لیا۔ میرا خیال یہ تھا کہ جہاز صحرا کے اوپر پرواز کرتا ہوا اردن اور شام سے گزر کر ترکی میں داخل ہو گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ جہاز مسلسل سعودی عرب کے ساحل کے ساتھ پرواز کرنے لگا۔ اب میں ایک طائرانہ نظر سے زمین کو دیکھ رہا تھا۔

میری نگاہوں کے سامنے بحیرہ احمر کا نیلا پانی تھا۔ نجانے اس سمندر کو سرخ سمندر کا نام کیوں دیا گیا ہے۔ سمندر کا پانی عرب کے گولڈن صحرا سے ٹکرا رہا تھا۔ حد نگاہ تک سنہری ریت پھیلی ہوئی تھی۔ نیلے اور سنہرے رنگ کا امتزاج آنکھوں کو اچھا لگ رہا تھا۔ پانی اور خشکی کا ملاپ قابل دید

تھا۔ یہ ایک سیدھی لکیر کی شکل میں نہیں تھا۔ کہیں خشکی پانی کے اندر داخل ہو کر "جزیرہ نما" بنا رہی تھی اور کہیں پانی خشکی کے اندر داخل ہو کر "کریک" تشکیل دے رہا تھا۔ کبھی ساحل سے کچھ اندر پانی خشکی کے اندر نمودار ہو کر "جھیل" کی صورت اختیار کر رہا تھا اور کبھی خشکی پانی کے بیچ میں سے ظاہر ہو کر "جزیرہ" بنا رہی تھی۔ سمندر میں چھوٹے چھوٹے جزیرے پھیلے نظر آ رہے تھے۔ ایک جزیرہ تو بالکل مچھلی کی شکل کا تھا۔

یہ اللہ تعالی کی تخلیقی قوت کا اظہار تھا۔ میرا دل اللہ تعالی کی طاقت کے احساس سے بھر گیا۔ اس قوت کے چند ذرے اس نے اپنی مخلوقات میں سے صرف انسان کو عطا کیے ہیں جس کی بدولت ہمیں یہ سب سائنسی ترقی نظر آتی ہے۔ انسان کو اس نعمت کا شکر کرنا چاہیے نہ کہ اسی محدود سی قوت کے بل بوتے پر خدا کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جانا چاہیے۔

اس منظر کا ایک عجیب پہلو یہ تھا کہ خشکی اور پانی ایک دوسرے کے متضاد ہیں لیکن یہ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ یہی اس دنیا کا معاملہ ہے۔ اس دنیا میں بسا اوقات بالکل ہی متضاد مزاج کے انسانوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر یہی انسان اپنے اختلافات کے باوجود ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جائیں تو پھر انسانیت اجتماعی طور پر ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ جیسے پانی اور خشکی میں تصادم ہو جائے تو پھر طوفان آ جاتا ہے، بالکل اسی طرح اگر انسان ایک دوسرے کو نیچا دکھانے پر تل جائے تو پھر انسانیت کی ترقی کا سفر معکوس سمت میں چل پڑتا ہے اور تباہی و بربادی اس کا مقدر بنتی ہے۔

جس طرح پانی اور خشکی ایک دوسرے میں گندھے ہوئے ہیں، بالکل اسی طرح نیکی اور بدی اس دنیا میں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو موجود ہے۔ یہ معاملہ اس وقت سے ہے جب سے یہ دنیا بنی ہے اور اس وقت تک رہے گا جب تک یہ دنیا رہے گی۔ ہمارے بعض جذباتی نیک افراد دنیا سے برائی کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اور اس میں ناکامی کے بعد مایوس ہو کر نیکی سے دور ہو جاتے

ہیں۔اس دنیا سے برائی کو مکمل طور پر ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ دنیا انسان کے امتحان کے لئے بنی ہے۔ نیکی اور بدی کا وجود اس امتحان کے لئے ضروری ہے۔ انسان کی حقیقی زندگی میں برائی کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے گا جسے دین میں "جنت" کے نام سے تعبیر کہا گیا ہے۔

تیل کی دولت

دور افق اب دھندلا نظر آ رہا تھا۔ بحیرہ احمر سے نکالی ہوئی درۃ العروس کی خوبصورت مصنوعی جھیلیں نظر آ رہی تھیں۔ یہ جدہ کے قریب ایک تفریحی ریزارٹ ہے۔اس کے کچھ دیر بعد ینبوع کا شہر نظر آیا جو کہ بحیرہ احمر پر موجود تیل کی بندرگاہ ہے۔ مشرقی صوبے سے تیل بذریعہ پائپ لائن یہاں لایا جاتا ہے اور پھر یہیں سے اسے مغربی ممالک کی طرف بڑے بڑے بحری ٹینکروں پر لاد کر ایکسپورٹ کر دیا جاتا ہے۔ نیچے سمندر میں تیل کے جہاز نظر آ رہے تھے اور ساحل پر تیل کے گول ٹینک بھی دکھائی دے رہے تھے۔

اللہ تعالی نے مسلمانوں کو تیل کی دولت کے ذریعے دنیا میں سرفرازی کے حصول کا موقع فراہم کیا تھا مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس دولت سے ہم اپنی غربت اور جہالت ختم کرتے مگر ہم نے اسے عیاشیوں میں برباد کر دیا۔ایک طرف ہمارے ہاں بڑے بڑے سلم ایریاز ہیں جہاں کثیر تعداد میں انسان غلاظت اور گندگی میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی حالت میں زندگی گزار کر مر جاتے ہیں۔ دوسری جانب ہمارے امیر ترین افراد اونچی اونچی عمارتوں اور محلات میں اپنی دولت لگا رہے ہیں۔

اب دنیا میں اس کے آثار نظر آ رہے ہیں کہ ہم سے یہ موقع چھین لیا جائے گا۔ تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں نے دنیا کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ توانائی کے متبادل ذرائع جیسے ہائیڈروجن، شمسی توانائی، اور ہوا کی توانائی کو فروغ دیا جائے اور تیل پر انحصار کم سے کم کیا جائے۔اس کے

بعد یہی ہو گا کہ ہمارے تیل کی دنیا میں کوئی وقعت نہ رہے گی اور ہم اسی حالت میں آ پہنچیں گے جس میں تیل کی دریافت سے پہلے ہوا کرتے تھے۔عرب حکومتوں کو اس حقیقت کا ادراک ہو چکا ہے اور وہ متبادل صنعتوں کے قیام کی کوشش کر رہی ہیں۔

بلی کو چھیچھڑوں کے خواب

جہاز کا عملہ اب ہمارے لئے کھانے کا اہتمام کر رہا تھا۔بھنی ہوئی شملہ مرچوں کی خوشبو جہاز میں پھیل رہی تھی۔ہم سب کو بھی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔میں نے کہا، "امید ہے شملہ مرچ اور بھنا ہوا گوشت لایا جا رہا ہے۔" میری اہلیہ کہنے لگیں، "بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔صرف مرچیں ہی آئیں گی۔" اتنے میں ایک اسٹیورڈ بچوں کے لئے خاص کھانے کی ٹرے ماریہ کو دے گیا۔

ماریہ نے کھانے کو دیکھ کر برا سا منہ بنایا کیونکہ اس کی پسند کی کوئی چیز یہاں موجود نہ تھی۔فرائیڈ گوشت نما کوئی چیز پلاسٹک کے برتن میں پڑی ہوئی تھی۔میں نے ایک ٹکڑا اٹھا کر منہ میں رکھا تو میرا منہ کچھ ایسا ہو گیا جیسے اچانک منہ میں کڑوا بادام آ گیا ہو۔یہ گوشت نہیں تھا بلکہ کوئی اور چیز تھی اور تیل سے بھری ہوئی تھی۔یہی کچھ ماریہ کے ساتھ ہوا۔منہ کا ذائقہ کچھ ایسا ہو رہا تھا کہ ابکائی لینے کو جی چاہتا تھا۔اسٹیورڈ صاحب کہنے لگے،سوری، ہمارے پاس ناشتہ ہے، دوپہر کا کھانا نہیں۔ ناشتے میں چٹنی نما انڈا، ایک چھوٹا سا بن اور مکھن کا ایک پیس تھا۔اسے کھا کر منہ کا ذائقہ ٹھیک کیا۔ یہ ابھی مسئلے کی ابتدا تھی کیونکہ ترکی کے سفر میں ہمیں اپنی مرضی کا کھانا کم ہی نصیب ہوا۔

اسٹیورڈ اور ایئر ہوسٹس اب چائے اور کافی سرو کرنے لگے۔ہم سے کچھ ہٹ کر دو طویل ریش ترک بیٹھے ہوئے تھے۔اگلی سیٹ پر کچھ بوڑھی ترک دیہاتی خواتین تھیں جو عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپس جا رہی تھیں۔اپنے اسٹائل سے یہ بالکل پنجاب کی بڑی بوڑھیوں جیسی لگ رہی تھیں۔ایک اماں نے کافی کے کپ میں جوس پی لیا تھا اور اب اسے اس خطرے کے پیش نظر اس کپ کو جھٹک کر صاف کر رہی تھیں کہ بچا ہوا جوس اور کافی مل کر نجانے کیا ذائقہ بنے۔

جب زندگی شروع ہوگی

ایک ناقابل فراموش داستان

زندگی کو بدل دینے والی کہانی

مصنف ابو یحییٰ صفحات 267

- ایک ایسی کتاب جس نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا
- ایک ایسی کتاب جس نے اشاعت وفروخت کے ریکارڈ قائم کر دیے
- ایک ایسی تحریر جسے لاکھوں لوگوں نے پڑھا
- ایک ایسی تحریر جس نے بہت سی زندگیاں بدل دی
- ایک ایسی تحریر جو اب ایک تحریک بن چکی ہے
- آنے والی دنیا اور نئی زندگی کا جامع نقشہ ایک دلچسپ ناول کی شکل میں
- ایک ایسی تحریر جو اللہ اور اس کی ملاقات پر آپ کا یقین تازہ کر دے گی
- علم و ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف

مصنف کی نظر ثانی کے بعد ناول کے تین نئے ایڈیشن شائع کیے گئے ہیں۔ جو کہ اشراق کے قارئین کے لیے خصوصی رعایت پر دستیاب ہیں۔

اسٹوڈنٹ ایڈیشن قیمت 300 روپے

بڑی تعداد میں مذکورہ قیمت پر ناول حاصل کرنے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کیجیے:

0332-3051201

اخلاصِ نیت

نیت کے مطابق اجر

عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامری مانوی، فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله وسوله۔ ومن کانت هجرته الی دنیایصیبها اوامراة یتزوجها فهجرته الی ماهاجر الیه۔ (متفق علیہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ (مثلاً) جس نے اللہ اور رسولؐ کے لیے ہجرت کی ہوگی، واقعی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت دنیا کے لیے یا عورت کے لیے ہی شمار ہوگی۔

نیکی کا معیار

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لا ینظر الی صور کم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔ (مسلم)

حضرت بو ہریرہؓ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمھاری شکل وصورت اور تمھارے مال کو نہ دیکھے گا، بلکہ تمھارے دلوں کو اور تمھارے اعمال کو دیکھے گا۔

(بتعاون ایک بندہ خدا)